اقبال اور فارسی شعراء

جناب ڈاکٹر اکبر حسین صاحب قریشی

اقبال اور فارسی شعرا کا یہ مطالعہ بڑا دلچسپ مطالعہ ہے، فارسی زبان وادب سے اقبال کو جو لگاؤ تھا وہ محتاج بیان نہیں، فارسی کا شاید ہی کوئی ایسا نامور شاعر ہوگا جس کا مطالعہ اقبال نے محبوب مشغلے کے طور پر نہ کیا ہو، یہ اقبال کا کمال ہے کہ انھوں نے فارسی کے بحر زخار سے وہ سب کچھ اخذ کر لیا جو اُن کے مفیدِ مطلب تھا، اقبال کے اس اخذ وانتخاب پر اگر ایک طائرانہ نظر بھی ڈالی جائے تو یہ بآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کا مذاقِ انتخاب کیا تھا۔ جن فارسی شعرا کا ذکر اقبال نے متعدد موقعوں پر کیا ہے ان میں بڑی تعداد اُن شعرا کی ہے جو صوفی شاعر کہلاتے ہیں اقبال ان کے حسنِ خیال وحسنِ بیان ہی کے معترف نہیں بلکہ ان کے حسنِ عمل کے بھی دلدادہ ہیں اور عجب نہیں کہ یہ حسنِ عمل ہی ان کے اخذ وانتخاب کا محرک ہو، اس مطالعہ میں وہ تمام فارسی شعرا پیشِ نظر رہے ہیں جنھوں نے اقبال کو کسی نہ کسی نوع سے متاثر کیا ہے خواہ وہ ایرانی ہیں یا غیر ایرانی۔

اقبال نے جن فارسی شعرا کو اپنی محفل میں لا بٹھایا ہے اُن میں ہر ایک کا مقام ومرتبہ برابر نہیں ہے، اُن میں کچھ تو ایسے ہیں جن کا ذکر ضمناً آگیا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اقبال کے دل ودماغ پر مستقل نقوش چھوڑے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اقبال رُومی اور اس قبیل کے دوسرے شعرا سے خاص طور پر متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں "اثباتِ خودی" کے رجحانات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔

یہ اقبال کے محبوب فارسی شاعروں کا ایک مجمل خاکہ ہے، لیکن اس خاکے سے بھی اقبال کی اس عقیدت کا سُراغ لگانا ناممکن نہیں جو انہیں فارسی شعرا سے تھی۔

بازبرخوانم زفیضِ پیرِ روم ~~~ دفترِ سربستۂ اسرارِ علوم (اسرارِ خودی)

پیرِ رُوم | آپ کا نام محمد اور لقب جلال الدین تھا۔ والد کا نام بہاء الدین تھا جو سلطان العلماء کے نام سے مشہور تھے، آپ کا مولد بلخ تھا۔ ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ (۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء) آپ کا سالِ ولادت ہے۔ رومی نے ابتداءً تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر دیگر اساتذہ کی طرف رجوع ہوئے، آپ نے حصولِ علم کے لئے مختلف مقامات کے سفر کئے، اٹھارہ سال کی عمر میں تکمیل کا درجہ حاصل کیا۔ جب شمس تبریز جو بابا کمال الدین کے خلیفہ تھے اپنے پیر کے ایما سے قونیہ جاکر مولانائے رُومی سے ملے تو مولانا نے ان سے فیض حاصل کیا، اس سے پہلے مولانا پر علومِ ظاہری کا جو رنگ غالب تھا، اس کے بعد ان اشغال میں کمی آگئی، اور شمس تبریز کی صحبت کے سوا کوئی شے ان کو بھلی نہ معلوم ہوتی تھی، اب محویت اور استغراق کا غلبہ ہوگیا۔ کئی کئی دن بلا خورد و نوش سماع کی کیفیت میں گذر جاتے۔ بالآخر ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ (۷ ستمبر ۱۲۷۳ء) کو بمقام قونیہ انتقال کیا، رومی کا دیوان، خطوط کا مجموعہ اور مثنوی ان کی زندہ جاوید تصانیف ہیں، مثنوی کی مقبولیت کا کچھ اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کو "ع ہست قرآں در زبانِ پہلوی" کہا گیا ہے مثنوی کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ملتے ہیں جو اس کے قبولِ عام کا بیّن ثبوت ہیں۔ اقبال کو رومی سے والہانہ عقیدت تھی اسی لئے وہ کہیں ان کو پیرِ رومی اور کسی جگہ مرشد رومی کہتے ہیں۔

ذرہ کشت و آفتاب انبار کرد ~~~ خرمن از صد رومی و عطار کرد (اسرارِ خودی)

"عطار" | اصلی نام محمد، لقب فریدالدین اور عطار تخلص تھا جو دوا سازی کے پیشے کی نسبت سے اختیار کیا تھا۔ آپ بمقام شادباغ جو نیشاپور کا ایک گاؤں ہے ۵۱۳ھ (۱۱۱۹ء) میں پیدا ہوئے، آپ کا شمار اکابر صوفیہ میں ہے۔ معرفت اور تصوف میں بہت سی تصانیف ہیں، آپ نے طویل عمر پائی، نیشاپور کے قتلِ عام میں جو چنگیز خاں کے حکم سے ہوا تھا ۲۶ اپریل ۱۲۳۰ء کو شہید ہوئے، عطار کی چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں پندنامہ، الٰہی نامہ اور منطق الطیر، ان کے علاوہ نثر میں تذکرۃ الاولیاء بھی عطار کی تصنیف ہے، عطار فارسی کے ممتاز شعراء میں سے ہیں۔ رومی جیسا شاعر و صوفی ان کے کمالِ شاعری کا معترف ہے، چنانچہ فرماتے ہیں۔

ع ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

کشتۂ اندازِ ملا جامیم		نظم ونثرِ او علاجِ خامیم		(اسرارِ خودی)

"جامی" نورالدین عبد الرحمٰن جامی فارسی کے مشہور صوفی اور شاعر تھے، ولادت ۲۲ شعبان ۸۱۷ھ (۷ نومبر ۱۴۱۴ء) کو ہرات کے قریب موضع جام میں واقع ہوئی، اسی مناسبت سے انھوں نے اپنا تخلص جامی رکھا۔ جامی نہایت خوش خلق اور شریف الطبع انسان تھے، ان کی وسعتِ معلومات کا یہ حال تھا کہ اس زمانے میں کوئی دوسرا عالم اُن کے مدِمقابل نہ تھا، سلطان ابوسعید مرزا سے ان کے تعلقات نہایت دوستانہ تھے جو اُس کے مرتے دَم تک قائم رہے، جامی کثیر التصانیف تھے، ان کو بیک وقت فارسی نظم ونثر پر بڑی قدرت تھی اور اسی کے ساتھ وہ عربی کے ایک جیّد عالم تھے، جامی کی بعض مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

ہفت اورنگ (سات مثنویاں) اور کلیات قصائد وغزلیات، ان کے علاوہ نفحات الانس' بہارستان' لوائح جامی' شواہد النبوۃ' اور شرح ملا جامی' مقبولِ عام ہیں، سالِ وفات ۱۸ محرم ۸۹۸ھ (۹ نومبر ۱۴۹۲ء)

خسروِ شیریں زباں رنگیں بیاں		نغمہ ہائش از ضمیرِ کُن فکاں		(اسرارِ خودی)

"خسرو" خواجہ ابوالحسن امیر خسرو ہندوستان کے نہایت مشہور صوفی شاعر تھے، ان کا لقب طوطیٔ ہند تھا۔ انھوں نے بہت سے سلاطینِ دہلی کے ہاں ملازمت کی اور درباری شاعر رہے، ان کے والد امیر سیف الدین لاچین قوم کے ترک تھے، جو بلخ سے ہندوستان آئے تھے، امیر خسرو پٹیالی ضلع ایٹہ میں ۱۲۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں سایۂ پدری سر سے اُٹھ گیا۔ تربیت وتعلیم اُن کے نانا عماد الملک نے کی، نو سال کی عمر میں شاعری شروع کر دی تھی، ان کے کلام میں ایک خاص قسم کا سوز وگداز پایا جاتا ہے، یہ سب کچھ اُن کے پیر محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیا کی دعا کا اثر تھا، امیر خسرو کو اپنے پیر سے بڑی عقیدت تھی اور پیر بھی بدرجۂ غایت ان سے محبت کرتے تھے، امیر خسرو کا انتقال ستمبر ۱۳۲۵ء میں ہوا۔ اور محبوبِ الٰہی کے مزار کے قریب دلّی میں دفن ہوئے، ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں' غرۃ الکمال' ہشت بہشت' آئینۂ سکندری' اعجازِ خسروی' خزائن الفتوح' لیلیٰ مجنوں' نہ سپہر' مطلع الانوار' قران السعدین' شیریں خسرو اور تغلق نامہ، امیر خسرو کی بعض تصانیف کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے، وہ اپنی قادر الکلامی کی وجہ سے فارسی شاعری میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

آتش از شعرِ عراقی در دلش در نمی سازد بقرآں محفلش (رموزِ بیخودی)

"عراقی" | پورا نام شیخ فخر الدین ابراہیم ہے، ہمدان کے نواح میں پیدا ہوئے، صغر سنی میں قرآن حفظ کیا، ہمدان کے لوگ اُن کی خوش گلوئی پر فریفتہ تھے، سترہ سال کی عمر میں ہمدان کے مدرسے سے معقولات و منقولات پڑھ کر فارغ ہوئے، ایک روایت یہ ہے کہ وہ ہمدان سے بغداد آئے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہ کر روحانی تعلیم پائی اور ان سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور ان کے پاس برسوں عبادت و ریاضت کرتے رہے شیخ شہاب الدین سہروردی نے اسی مدت میں ان کو عراقی تخلص عطا فرمایا اور ہندوستان جانیکا حکم دیا۔ یہاں پہنچکر وہ شیخ بہاء الدین زکریا کی خدمت میں ملتان آئے اور ان کے فیضِ صحبت سے روحانی اور باطنی دولت حاصل کی۔ وفات کے وقت عمر ۸۰ سال کی تھی، میخانہ اور نفحات الانس میں سالِ وفات ۶۸۸ھ (۱۲۸۹ء) درج ہے، عراقی کی تصانیف میں لمعات کے علاوہ ایک مثنوی اور ایک دیوان بھی ہے۔ مثنوی کا نام عشاق نامہ ہے، ان کا شمار فارسی کے مشہور شعراء میں ہے۔

عجم از نغمہ ام آتش بجان است صدائے من درائے کاروان است
حُدی را تیز تر خوانم چو عُرفی کہ رہ خوابیدہ و محمل گران است (پیامِ مشرق)

"عرفی" | جمال الدین نام، عرفی تخلص، وطن شیراز، فارسی کا مشہور شاعر تھا۔ وہ وطن سے آگرہ آیا جہاں کئی سال تک حکیم ابوالفتح گیلانی کا مصاحب رہا۔ ۱۵۸۹ء میں عبدالرحیم خان خاناں نے اس کو شہنشاہِ اکبر کے دربار میں پیش کیا، دو سال کے بعد ۱۵۹۱ء میں ۳۶ سال کی عمر پاکر لاہور میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوا۔ بعد ازاں اس کی ہڈیاں صابر اصفہان نے نجف کو بھیجدیں کیونکہ عرفی وہیں دفن ہونا چاہتا تھا اور اس کی یہ خواہش اس کے ایک قصیدے کے ایک شعر سے ظاہر ہوتی ہے، اس کی چند تصانیف ہیں مگر قصائد اور دیوان بہت مشہور ہیں، عرفی کے ہاں خیالات میں بلندی اور طرزِ بیان میں بڑا زور پایا جاتا ہے۔

بادراقِ سینا نشیمن گرفتم لبسے دیدم از نسخۂ فاریابی (پیامِ مشرق)

"فاریابی" | ابوالفضل طاہر بن محمد ظہیر الدین فاریابی بلخ کے ایک قصبے فاریاب میں پیدا ہوا۔ وہ جوانی ہی سے شعر و ادب اور تحصیلِ علم کا شائق تھا۔ اس نے نجوم میں بڑی مہارت پیدا کی، نیشاپور، مازندران، اور آذربائیجان

کی سیاحت کی، اپنے زمانے کے امرا و سلاطین کی مدح سرائی کیا کرتا تھا، اس کے قصائد اُستادانہ ہیں لیکن وہ انوری اور خاقانی کے ہم پلہ نہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے بعض قطعات خوب ہیں، وہ صاحب دیوان شاعر تھا، ظہیر نے آخر عمر میں قصیدہ گوئی ترک کردی تھی، اس کا انتقال تبریز میں ۵۹۸ھ (۱۲۰۱ء) میں ہوا۔

غنی آن سخن گوئے بلبل صفیر نوا سنج کشمیر مینو نظیر (پیام مشرق)

"غنی" | مرزا محمد طاہر نام، غنی تخلص تھا، اس کا وطن کشمیر تھا، فارسی ادب میں غنی کشمیری کے نام سے مشہور ہے شیخ محسن فانی کے ارشد تلامذہ میں تھا، غنی کی شہرت اس کے دیوان سے ہے۔ ۱۶۶۸ء میں غنی کا انتقال ہوا۔ اس وقت اس کے استاد محسن فانی زندہ تھے، غنی انتقال کے وقت جوان تھا اور اس کی شاعری عروج پر تھی، کبھی کبھی طاہر بھی تخلص کرتا تھا۔

غنی کے ہاں تکلف و تصنع کا رنگ نمایاں ہے، یہ ایک خاص طرز کا ترجمان تھا اس کے اشعار سمجھنے کے لئے ذہن پر بڑا زور ڈالنا پڑتا ہے، غنی کی دوسری خصوصیت "مثالیہ نگاری" ہے شبلی لکھتے ہیں" مثالیہ مضمون پہلے بھی خال خال پائے جاتے ہیں لیکن کلیم، مرزا صائب اور غنی نے گویا اس کو ایک فن بنا دیا، چونکہ یہ تینوں شاعر کشمیر میں مدت تک ساتھ ہم قدم و ہم قلم رہے تھے اور باہم مشاعرے رہتے تھے، اس لئے قیاس یہ ہے کہ ہم صحبتی کے اثر نے اس طرز کو مشترک جولانگاہ بنا دیا۔ علی قلی سلیم بھی مثالیہ میں کمال رکھتا ہے اور اس کی وجہ بھی شاید یہی ہو کہ سلیم بھی یہیں مدفون ہے۔" غنی کے ہاں مثالیہ میں سب سے زیادہ غلو ملتا ہے۔

غنی اور صائب کی ملاقات ہوئی تو غنی نے اپنا حسب ذیل شعر پڑھا۔ صائب اس شعر پر اپنا دیوان قربان کرنے کو تیار تھا۔

حسن سبزے بہ خطِ سبز مرا کرد اسیر دام ہم رنگ زمیں بود گرفتار شدم (غنی)

بملک جم ندہم مصرعِ نظیری را "کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست"

"نظیری" | محمد حسین نام، نظیری تخلص اور نیشاپور وطن تھا، فارسی کا مسلم الثبوت شاعر مانا جاتا ہے، اپنے وطن سے ہندوستان چلا آیا تھا، عبدالرحیم خان خاناں اُس کا مربی تھا۔ نظیری ۱۶۰۲ء میں حج کو گیا اور واپس ہونے پر پھر خان خاناں کی سرکار سے منسلک ہوکر احمد آباد میں رہنے لگا، وہیں ۱۶۱۳ء میں انتقال کیا، اس نے

فارسی دیوان یادگار چھوڑا۔

نظیری کا اصل میدان غزل ہے، اس کے کلام میں حافظ یا خسرو کا سوز و گداز اور جذبات کی فراوانی نہیں اس کی توجہ لفظوں کے انتخاب اور ترکیبوں کی تراش خراش پر زیادہ رہتی تھی، نظیری اس طرزِ تغزل کا امام ہے۔ نازک خیالات اور وارداتِ عشق کا لطیف بیان اس کی خصوصیات میں ہیں۔

پابندیٔ احکامِ شریعت میں ہے کیسا — گو شعر میں ہے رشکِ کلیمِ ہمدانی (بانگِ درا)

"کلیم ہمدانی" ابوطالب کلیم ہمدان میں پیدا ہوا اور ۱۶۵۰ء میں وفات پائی، قدسی کے بعد شاہ جہاں نے اس کو ملک الشعرا کے عہدے پر فائز کیا، کلیم نے بادشاہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے، اس نے اپنے عہد کے دوسرے شعرا کی طرح مضمون آفرینی اور خیال بندی پر بڑا زور صرف کیا لیکن اس کے باوجود اس کے اشعار میں ایک خاص شخصی رنگ جھلکتا ہے، مایوسی، غم، شکایت، ابنائے روزگار کے مضامین کثرت سے بیان کرتا ہے اور یہی اس کا رنگِ طبیعت معلوم ہوتا ہے، اس کی یادگار ایک کلیات ہے جو غزلیات، قصائد، اور دیگر اصنافِ شعر پر مشتمل ہے۔

اقبال نے انیسی شاملو کے مندرجہ ذیل شعر پر تضمین کہی ہے۔

"وفا آموختی از ما بکارِ دیگراں کردی — ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی" (بانگِ درا)

"انیسی شاملو" انیس علی قلی بیگ شاملو اگرچہ ترکی الاصل تھا لیکن ایران میں پیدا ہوا، اس نے اپنی عمر کا ابتدائی حصہ ایران ہی میں بسر کیا۔ جوانی میں دوسرے ایرانی شعرا کی طرح ہندوستان آیا اور نظیری کے توسط سے عبدالرحیم خان خاناں والیٔ گجرات کے ہاں ملازم ہو گیا۔ خان خاناں نے انیسی شاملو کی بڑی قدر و منزلت کی اور قصۂ محمود و ایاز کو نظم کرنے پر مامور کیا، چنانچہ اس نے قصۂ مذکور کو نظم کرنا شروع کیا۔ لیکن موت نے اس کو مکمل نہ ہونے دیا۔ اس نے ۱۰۱۵ھ (۱۶۰۶ء) میں بمقام بُرہان پور وفات پائی۔ انیسی شاملو کے ہاں صائب اور غنی کا رنگ پایا جاتا ہے۔

اقبال کے ہاں ملا عرشی کا مندرجہ ذیل شعر تضمین میں شامل ہے۔

"تخمِ دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو ؛ کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو" (بانگِ درا)

ملا عرشی یزدی کا اصلی نام طہماسپ قلی بیگ تھا، ملا عرشی کا وطن تبریز تھا۔ وہ ابتدا میں عہدی تخلص کرتا تھا بعد ازاں عرشی تخلص اختیار کیا، اس کی طبیعت وشوار گوئی کی طرف زیادہ مائل تھی، اس کے دیوان کی ضخامت خاصی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس میں دس ہزار شعر سے زائد اشعار ہیں، ملا عرشی نے اپنی تمام عمر شاہ طہماسپ صفوی کی خدمت میں بسر کی۔

پیامِ مرشدِ شیراز بھی مگر سُن لے ۔۔ کہ ہے یہ سرِّ نہاں خانۂ ضمیرِ سروش (بانگِ درا)

"مرشدِ شیراز" مراد حافظ شیرازی سے ہے۔

خواجہ حافظ کا نام محمد، لقب شمس الدین اور حافظ تخلص تھا۔ وہ ۷۱۵ھ (۱۳۱۵ء) میں بمقام شیراز پیدا ہوئے۔ گو اُن کا ابتدائی زمانہ شیخ حسین حاکمِ شیراز کے عہد میں گذرا مگر ان کی زندگی میں کئی بادشاہ یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ حافظ اپنے زمانے میں بڑے ہر دلعزیز تھے، وہ سلاطین کے درباروں میں بھی آتے جاتے تھے۔ ان کی علمی و ادبی قابلیت اعلیٰ درجہ کی تھی، وہ حافظ قرآن بھی تھے۔ خواجہ حافظ کا تمام کلام حسنِ ادا اور لطافتِ شعری سے مملو ہے، وہ فارسی شاعری میں غزل گو کی حیثیت سے منفرد ہیں۔ حافظ کو لسان الغیب کہا جاتا ہے، لوگ اُن کے دیوان سے فال نکالتے ہیں، سالِ وفات ۷۹۱ھ (۱۳۸۸ء) ہے۔ مزار شیراز میں ہے، تاریخِ وفات کسی نے خوب کہی ہے۔

چو در خاکِ مصلیٰ یافت مسکن ۔۔ بجو تاریخش از خاکِ مصلیٰ

عہدِ اکبری کے ممتاز شاعر و انشا پرداز فیضی کو بھی اقبال نے اپنی ایک تضمین میں جگہ دی ہے، اور مندرجہ ذیل شعر کو زینتِ تضمین بنایا ہے۔

"تو اے پروانہ! ایں گرمی ز شمعِ محفلے داری ۔۔ چو من در آتشِ خود سوز اگر سوزِ دلے داری" (فیضی)

"فیضی" | فیضی کا پورا نام ابو الفیض تھا، شیخ مبارک ناگوری کا بیٹا اور ابو الفضل وزیر شہنشاہ اکبر کا بڑا بھائی تھا، ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا، ملک الشعرا غزالی مشہدی کے انتقال کے بعد اکبر کے دربار میں ملک الشعرائی کے عہدے پر فائز ہوا۔ اور شہزادوں کی اتالیقی کا کام بھی اس کے سپرد ہوا، تاریخ، فلسفہ، طب اور انشا پردازی میں کمال رکھتا تھا، سنسکرت زبان کا بھی جید عالم تھا۔ مختلف مذاہب کی تعلیم پر بھی عبور رکھتا تھا، یہ فارسی کا

بلند پایہ شاعر تھا، عربی زبان میں بھی کامل دستگاہ رکھتا تھا، اس کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے۔ مشہور خمسۂ نظامی کے نمونہ پر اس نے پانچ کتابوں کا ایک مجموعہ تیار کیا جس میں صرف مرکز دوار اور نل دمن پایۂ تکمیل کو پہنچیں، اس نے کئی سنسکرت کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا، قرآن کی تفسیر بے نقط جسے سواطع الالہام کہا جاتا ہے اس کی لکھی ہوئی ہے، فیضی کی انشائے فیضی بھی مشہور ہے۔ ۱۵۹۵ء میں آگرہ میں انتقال کیا۔

میر رضی دانش کا بھی ایک شعر اقبال کی تضمین میں پایا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

"شمع خود را می گدازد درمیانِ انجمن ؛ نورِ ما چوں آتشِ سنگ از نظر پنہاں خوش است" (بانگِ درا)

میر رضی دانش مشہدی شاہ جہاں کے زمانہ میں اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان آیا اور بادشاہ کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا، بادشاہ نے دو ہزار روپے انعام میں دیئے، کچھ عرصہ کے بعد شاہ جہاں کو چھوڑ کر داراشکوہ کی ملازمت اختیار کی، داراشکوہ نے میر رضی دانش کو ذیل کے ایک شعر پر ایک لاکھ روپیہ انعام دیا۔

تاک را سر سبز کُن اے ابرِ نیساں در بہار ؛ قطرۂ تا می تو اند شد چرا گوہر شود

ملک قمی بھی ان شعرا میں شامل ہے جن کو اقبال نے تضمین کیلئے منتخب کیا، ملک قمی کا مندرجہ ذیل شعر اقبال نے تضمین کے لئے پسند کیا ہے۔

"رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر ؛ یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد" (بانگِ درا)

ملک قمی ایران کے شہر قم کا رہنے والا تھا، ابتدائی تعلیم کے بعد کاشان آیا، اس کے بعد چار سال تک قزوین میں رہا، ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں دکن کا رُخ کیا کیونکہ ابراہیم عادل شاہ والیٔ بیجاپور شعرا کا بہت قدرداں تھا۔ چنانچہ ابراہیم عادل شاہ نے اس کو اپنا درباری شاعر بنایا اور بہت عزت افزائی کی، ملا ظہوری اس کی قابلیت کا بڑا مداح تھا، خود فیضی جیسا باکمال بھی اس کی بڑی تعریف کرتا تھا۔ ملک قمی نے ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۵ء) میں انتقال کیا۔

صائب تبریزی بھی اقبال کے محبوب شاعروں کے زمرے میں داخل ہے چنانچہ اس کا بھی ایک شعر اقبال کی تضمین میں موجود ہے۔

"ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد ؛ ندارد تنگنائے شہر تابِ حسنِ صحرائی!" (بانگِ درا)

"صائب" صائب کا پورا نام مرزا محمد علی تھا، وہ تبریز میں پیدا ہوا اور اصفہان میں تعلیم حاصل کی، بعد ازاں

ظفر خاں صوبیدار کابل کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا، ظفر خاں نے صائب کی بہت قدر کی اور فکرِ معاش سے بے نیاز کر دیا۔ صائب آخر میں اصفہان واپس چلا گیا اور ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) میں وفات پائی، ایک ضخیم کلیات اس سے یادگار ہے جس میں تمثیلی اور اخلاقی شاعری کا عنصر نمایاں ہے۔

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدی شیراز (بانگِ درا)

"سعدیؔ شیراز" | آپ کا نام شرف الدین، لقب مصلح اور سعدی تخلص، وطن شیراز تھا۔ سالِ ولادت ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) اور سالِ وفات ۶۹۱ھ (۱۲۹۱ء) ہے، وہ سعد زنگی بادشاہ فارس کے عہد میں تھے، شیخ سعدی کے والد عبداللہ شیرازی اتابک سعد زنگی کے ہاں کسی خدمت پر مامور تھے، غالباً اسی لئے آپ نے اپنا تخلص سعدی رکھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی، علامہ ابو الفضل عبدالرحمٰن بن جوزی آپ کے اساتذہ میں تھے، باطنی تعلیم شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہ کر پائی، تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے ایشیا کی سیاحت کی اور عمر کا بڑا حصہ سیر و سیاحت میں بسر کیا، فلسفہ اور حکمت کی طرف بہت کم توجہ کی۔ زیادہ تر دینیات، علمِ سلوک، اور علم ادب کی طرف متوجہ رہے۔ شیخ سعدی فارسی غزل کے پیغمبر مانے جاتے ہیں، ان کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ ان کی زندگی ہی میں ممالکِ دور دراز میں پھیل گیا تھا۔ سعدی کی تصانیف میں گلستاں اور بوستاں کو بڑا قبولِ عام حاصل ہوا، ان کی گلستاں فارسی نثر کا بے مثل نمونہ خیال کی جاتی ہے بعض لوگوں نے اس کا جواب بھی لکھا لیکن وہ گلستاں کی گرد کو بھی نہ پا سکے، گلستاں کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے جس سے اس کی مقبولیت پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

عبدالقادر بیدل کا ایک شعر اقبال کی توجہ کا مرکز بنا رہا ہے جسے انھوں نے اپنی ایک تضمین میں جگہ دی ہے

" با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است ہر چند عقلِ کُل شدهٔ بے جنوں مباش " (بانگِ درا)

"بیدل" | نام عبدالقادر اور تخلص بیدل تھا، اس کا اصلی وطن توران تھا لیکن پیدا بخارا میں ہوا۔ بیدل نو عمر تھا کہ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آیا، اس کی تعلیم و تربیت ہندوستان میں ہوئی اس لئے اس کا شمار اہلِ زبان شعرا میں نہیں ہے، بیدل، شہزادہ محمد اعظم پسر اورنگ زیب کی سرکار میں ملازم ہوا۔ شہزادے نے اپنی مدح میں قصیدے کی فرمائش کی، وہ خفا ہو کر دہلی چلا آیا۔ بیدل فارسی زبان و ادب کا ماہر، نہایت نازک خیال

اور قانع شخص تھا۔ اس کی تصانیف میں چہار عنصر بیدل، نکاتِ بیدل، رقعاتِ بیدل اور دیوانِ فارسی شامل ہیں۔ بیدل کے کلام میں تصوف کا رنگ کثرت سے ملتا ہے، اس کا انتقال ۱۷۲۰ء میں ہوا۔

بطرزِ دیگر از مقصود گفتم ؛ جوابِ نامۂ محمود گفتم (زبورِ عجم)

"محمود" نام شیخ محمود، والد کا نام عبدالکریم بن یحییٰ یہ علم و زہد میں بڑے پایہ کے بزرگ تھے، تبریز سے ۸ فرسنگ کے فاصلے پر ایک مقام شبستر کے نام سے مشہور ہے، شیخ محمود یہیں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے شبستری کہلائے، لقب سعد الدین نجم الدین تھا، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی، جوان ہو کر تبریز آئے اور ایک بزرگ شیخ امین الدولہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے، بیعت بھی انہیں سے کی۔

آغا باقر سلمانی نے لکھا ہے کہ شبستری کی پیدائش ہلاکو خاں کے عہد میں ہوئی۔ تاریخ وفات ۷۲۰ھ (۱۳۲۰ء) ہے۔ آلِ چنگیز کے آخری فرمانروا سلطان ابوسعید کے زمانے میں تھے، محمود شبستری کا سالِ پیدائش ۱۲۵۰ء ہے۔

مختلف تذکروں سے محمود شبستری کی چار تصانیف کا پتہ چلتا ہے، گلشنِ راز، حق الیقین فی معرفۃ رب العالمین، سعادت نامہ اور رسالۂ شاہد۔

گلشنِ راز کی تصنیف کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ رکن الدین حسین بن ابی الحسن الحسینی غوری ہراتی الملقب بہ فخر السادات ومشہور بہ سید حسینی کی طرف سے ایک قاصد آیا اور پندرہ سوال منظوم لایا۔ شیخ نے وہیں اس کا مختصر جواب نظم کر دیا جس سے اُن کے تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے، بعد میں کسی قدر اضافے کے ساتھ مثنوی گلشنِ راز مکمل کی۔

پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیاتِ عجم ج ۳ صفحہ ۱۴۶ پر گلشنِ راز کا سنِ تصنیف ۷۱۰ھ (۱۳۱۱ء) لکھا ہے، براؤن کی اس تاریخ میں کلام ہے کیونکہ ہندوستان، ایران اور یورپ کے مطبوعہ نسخوں نیز بمبئی کے قلمی نسخے صفحہ ۳ پر یہ مصرع صاف لکھا ہے۔

ع گذشتہ ہفت و دہ از ہفت صد سال" ۔ معلوم نہیں پروفیسر براؤن نے کہاں سے اور کس بنا پر وہ تاریخ لکھی ہے۔

...

گلشنِ راز کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب کے نکتہ دانوں اور صاحب ذوق ارباب علم نے اپنی بیشتر توجہ اسی کتاب کی جانب مبذول کی ہے اور نہایت جانفشانی سے متون اور شرحوں کو شائع کیا ہے۔

محمود شبستری بڑے زبردست صوفی اور عالم تھے، انھوں نے پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً نہایت جامعیت سے ان سوالات کا جواب لکھا ہے۔ اور اس زمانے کے عقائد و خیالات کی ترجمانی کی ہے۔

پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات عجم میں شبستری کو خوب سراہا ہے اور جلد ۳ صفحہ ۱۴۶ پر لکھا ہے "کہ گلشنِ راز تصوف کے بہترین مقالوں میں سے ایک مقالہ ہے" شبلی نے بھی گلشن راز کو اہم مانا ہے۔

گلشن راز کی کئی شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں، مولانا جامی نے لکھا ہے کہ کم و بیش ۲۸ شرحیں ان کی نظر سے گذری ہیں، سب سے مشہور شرح محمد بن یحییٰ بن علی لاہجی کی ہے۔

یورپ کا وہ طبقہ جو فارسی اور تصوف سے دلچسپی رکھتا ہے، گلشنِ راز کی سیر سے محروم نہیں ہے، سب سے پہلے جس نے اس کتاب کو یورپ سے روشناس کرایا وہ ٹولک ہے، یورپ کی متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں ان میں ہامر پرگس ٹال اور وین فیلڈ کے جرمنی اور انگریزی ترجمے قابلِ ذکر ہیں۔

مثنوی گلشنِ راز اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

بنامِ آنکہ جاں را فکرت آموخت   چراغِ دل بنورِ جاں بر افروخت

باقر سلمانی نے گلشنِ راز کے سوالات کی تعداد ۱۷ بتائی ہے جو صحیح نہیں کیونکہ اصلی کتاب میں صرف ۱۵ سوال پائے جاتے ہیں۔

آدمی را دیدہ چوں گُل بر شگفت   ؛   در زبانِ طوسی و خیام گفت   (جاویدنامہ)

خیام   خیام کا نام عمر تھا، کنیت ابو الفتح اور ابو حفص، لقب غیاث الدین، باپ کا نام ابراہیم تھا۔ عمر خیام فارسی کا مشہور شاعر اصلاً خیمہ دوز تھا جیسا کہ اس کے تخلص "خیام" سے ظاہر ہے، اس کی رباعیات اپنی طرزِ خاص میں مشہور ہیں جن کا یورپ تک میں شہرہ ہے اور انگریزی میں اس کا ترجمہ اور اصل کئی مرتبہ چھپ چکی ہیں، عمر خیام صرف شاعر ہی نہ تھا بلکہ حکیم اور عالم ہیئت بھی تھا۔ نیشا پور میں تقریباً ۱۰۴۰ء میں پیدا ہوا۔ حسن بن صباح کا ہم عصر تھا، علومِ فلسفہ میں بلند پایہ رکھتا تھا، رباعیات کے علاوہ علوم و حکمت و ہندسے میں کئی تصانیف

اس سے یادگار ہیں، تاریخِ وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۱۱۲۳ھ اور بعض نے ۱۱۲۱ھ لکھی ہے۔

غالب و حلاج و خاتونِ عجم ؛ شورہا افگندہ در جانِ حرم ! (جاوید نامہ)

"خاتونِ عجم" اشارہ قرۃ العین کی طرف ہے۔

قرۃ العین ایران کی وہ مشہور خاتون جس نے بانی فرقہ بابیہ کی بڑی سرگرمی سے پیروی کی اور اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا، وہ شاعرہ بھی تھی، جناب طاہرہ اور زرین تاج کے نام سے بھی مشہور ہے بڑی حسین و جمیل تھی۔ ۱۸۵۲ء میں قرۃ العین طاہرہ کو کچھ اور بابیوں کے ساتھ قتل کیا گیا، اس کی غزلوں میں جوشِ بیان، سرمستی اور زور اس قدر ملتا ہے کہ کم شاعروں کو نصیب ہوا ہوگا۔

ناصر خسرو علوی (جاوید نامہ)

ابو معین ناصر بن خسرو علوی گیارھویں صدی کے مشہور ترین فارسی شعراء میں سے تھا، وہ بلخ کے قریب ۳۹۴ھ (۱۰۰۳ء) میں پیدا ہوا، ایرانی مورخ عام طور پر اس کو علوی کہتے ہیں، اس نے مختلف اساتذہ سے تحصیلِ علم کی اور مروجہ علوم میں کمال پیدا کیا، ۱۰۴۵ء میں دفعۃً اس کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہو جس کے صحیح اسباب معلوم نہیں، لیکن ناصر نے خود انہیں الہامی طور پر بیان کیا ہے، اس نے خواب کے بعد دنیوی وجاہت کو چھوڑ کر حج کا ارادہ کیا اور چار مرتبہ کعبہ کا طواف کیا، یہ سفر ناصر کے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا اس نے ایران اُس وقت چھوڑا جبکہ ایران میں مختلف سلاطین تخت کیلئے برسرِ پیکار تھے اور یہ ایران کی تاریخ میں ایک نازک وقت تھا، اس نے دورانِ سفر میں تقریباً تمام اسلامی ممالک میں یہی حالت دیکھی، البتہ مصر میں یہ کشمکش نہ تھی، مصر میں اس وقت اسمٰعیلی خاندان حکمراں تھا۔ ناصر نے سوچا کہ اس کی بدولت اسلام کی محافظت ہو سکتی ہے اور یہی خاندان اس وقت اسلام کی زبوں حالی کو دُور کر سکتا ہے۔ اس نے حکمراں خاندان کے متعدد ممتاز عہدہ داروں سے ملاقات پیدا کی اور آخر کار اس مذہب کو قبول بھی کر لیا، اس طرح اس نے خلیفہ المستنصر کی ہمدردی حاصل کی، بلخ واپس ہونے کے بعد ناصر نے اسمٰعیلی فرقے کی تبلیغ شروع کی لیکن سلجوقیوں نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ ناصر کی تبلیغی سرگرمی ہمارے مفاد کے خلاف ہے، بالآخر اس کو بلخ سے بھاگنا پڑا۔ پہلے وہ مازندران پہنچا لیکن وہاں بھی عافیت نہ دیکھی، بعد ازاں بدخشاں کے پہاڑوں کی طرف نکل گیا جہاں اُس نے

عمر کے آخری ایام بسر کئے، یہیں اس نے اپنی اہم تصانیف مکمل کیں اور سنہ ۴۵۲-۵۳ھ (سنہ ۱۰۶۰-۶۱ء) میں انتقال کیا۔
ناصر کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کی تصانیف نہایت درجے غیر مربوط انداز میں پائی جاتی ہیں، اس کی تصانیف میں دیوان، روشنائی نامہ جو فلسفیانہ مباحث میں بوعلی سینا کے خیالات سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور سعادت نامہ میں مطلق العنان حکومت کی مذمت اور کسانوں کی حکومت کو سراہا گیا ہے، اس کی سب سے مشہور نثری تصنیف سفر نامہ ہے جو مکہ کے سفر پر مشتمل ہے، اس میں قابل قدر گراں بہا معلومات مل جاتی ہیں، اس کی تصانیف میں زاد المسافرین، سفرنامہ، روشنائی نامہ اور سعادت نامہ مشہور ہیں۔

سنائی کے ادب میں نے غواصی نہ کی ورنہ ÷ ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا! (اقبال)

سنائی "ابوالمجد مجدود بن آدم سنائی کا وطن غزنی تھا۔ ان کی زندگی کے حالات تذکرہ نگاروں نے بہت کم لکھے ہیں۔ یہ بہرام شاہ بن مسعود شاہ غزنوی کے زمانے میں تھے، سنائی کی مشہور تصنیف جو انھوں نے بہرام شاہ کے سامنے پیش کی حدیقہ یا حدیقۃ الحقیقت ہے، یہ کتاب سنہ ۱۱۳۱ء میں ختم ہوئی اور اسی سال مصنف کا انتقال ہوگیا۔ سنائی اوائلِ عمر میں قصیدہ نگار تھے اور بہرام شاہ کے درباری شاعر بھی، مگر چند واقعات نے اُن پر ایسا گہرا اثر کیا کہ انھوں نے مدح سرائی ترک کردی اور اپنے لئے دوسرا میدان تلاش کرلیا جس کی وجہ سے آج تک اُن کا نام زندہ ہے۔
صوفیانہ خیالات کو مثنوی کی صورت میں پیش کرنے والوں میں سنائی صفِ اول میں آتے ہیں، انھوں نے متعدد مثنویاں لکھی تھیں جن میں حدیقہ سب سے زیادہ مقبول ہوئی۔

ہے یاد مجھے نکتۂ سلمانِ خوش آہنگ ÷ دنیا نہیں مَردانِ جفاکش کیلئے تنگ (اقبال)

"سلمان" مسعود سعد سلمان سنہ ۱۰۴۶ء میں لاہور میں پیدا ہوا، باپ کا نام سعد سلمان تھا جو شاہِ غزنی کی طرف سے لاہور اور دوسرے مقامات میں بہت سی جائداد کا مالک تھا، اس کے مرنے پر لوگوں نے سلمان کو اس جاگیر سے محروم کردیا۔ یہ دادخواہی کے لئے غزنی پہنچا، وہاں اس کے مخالفین نے غلط الزامات لگا کر اس کو قید کرادیا۔ اس نے شاہِ غزنی کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اپنی تکالیف کا بھی اظہار کیا۔

بادشاہ خوش ہوا اور سلمان نے قید سے نجات پائی، سلمان مرثیہ بھی خوب لکھتا تھا، اس کا انتقال ۲۲-۱۱۲۱ء یا ۱۱۲۵ء میں ہوا، اس کے حبسیہ قصائد تاثیر اور درد کے لحاظ سے جواب نہیں رکھتے، تمام تذکرہ نگاروں نے اس کو اپنے عہد کا بڑا شاعر تسلیم کیا ہے۔

یہ کہتا ہے فردوسِ دیدہ ور ٭ عجم جس کے سُرمے سے روشن بصر (بالِ جبریل)

"فردوسی" فردوسی کا پورا نام ابوالقاسم حسن بن اسحٰق بن شرف تھا اور فردوسی تخلص، وہ تقریباً ۹۴۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۰۲۰ء یا ۱۰۲۵ء میں فوت ہوا، اس کا شمار ایران کے مشہور ترین شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ دورِ غزنویہ کا سب سے بلند پایہ شاعر تھا، فردوسی اپنے زندہ جاوید شاہنامے کی وجہ سے غیر معمولی شہرت کا مالک ہے، شاہنامے کی ابتدا دقیقی نے کی لیکن مکمل اس کو فردوسی نے کیا، شاہ نامہ ایک بحرِ زخار ہے، فردوسی نے شاہنامہ ۳۵ سال کی مسلسل کاوش کے بعد مکمل کیا، اس کا آغاز طوس میں ہوا تھا اور تکمیل غزنی میں ہوئی۔ فردوسی کو فارسی ناقدوں نے مثنوی کا پیغمبر مانا ہے اور ہر زمانے میں اس کا کلام عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

نکتۂ دل پذیر تیرے لئے ٭ کہہ گیا ہے حکیم قاآنی

"پیشِ خورشید برمکش دیوار ٭ خواہی ار صحنِ خانہ نورانی" (بالِ جبریل)

"قاآنی" قاآنی کا پورا نام مرزا حبیب اللہ تھا اور قاآنی تخلص، وہ ۱۸۰۷ء میں بمقام شیراز پیدا ہوا اور ۱۸۵۴ء میں وفات پائی، شاعری اس کو ورثے میں ملی تھی، اوائلِ عمر میں قاآنی نے اپنی ذہانت سے پورا فائدہ اٹھا کر تحصیلِ علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور حکمت و بلاغت اور علوم و فنون میں کامل دستگاہ پیدا کی۔ اکتسابِ علم سے فراغت کے بعد قاآنی نے اپنی تمام تر توجہ شاعری کی طرف مبذول کی اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی شیریں کلامی کی وجہ سے دور و نزدیک مشہور ہو گیا۔ قصیدے میں اس نے متقدمین کی پیروی کی اور انکے طرز کو پایۂ کمال تک پہنچایا۔

نایاب نہیں متاعِ گفتار ٭ صد انوری و ہزار جامی (ضربِ کلیم)

"انوری" محمد نام، اوحدالدین لقب اور انوری تخلص تھا۔ اپنی ذہانت اور خداداد طبعِ رسا کی وجہ سے شاعری میں نام پیدا کیا، انوری سلطان سنجر سلجوقی کا مداح تھا، سلطان اس کی بہت عزت کرتا تھا، رشید اور ظہیر اسکے

ہم عصر تھے ۔ انوری کا فارسی نظم میں بڑا درجہ ہے۔ قصیدہ گوئی اور بذلہ سنجی میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھا جیسا کہ کہا گیا ہے ۔

در شعر سہ تن پیمبرانند ہر چند کہ لانبیؐ بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

اس کی وفات تقریباً ۱۱۹۱ء میں ہوئی ، دیوان و قصائد انوری اب تک مقبول ہیں ۔

اپنے نورِ نظر سے کیا خوب فرماتے ہیں حضرت نظامی

"نظامی" | نظام الدین نام ، نظامی تخلص شہر گنجہ کے رہنے والے تھے ، فارسی شاعری کے مسلم الثبوت استاد مانے جاتے ہیں ، ان کی کتاب سکندر نامہ بہت مقبول و مشہور ہے ، خمسۂ نظامی یعنی پانچ کتابوں کا مجموعہ فارسی میں بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس میں مخزن الاسرار ، لیلیٰ و مجنوں ، خسرو و شیریں ، ہفت پیکر اور سکندر نامہ شامل ہیں ، ان کی پیدائش ۱۱۳۶ء میں ہوئی ، وفات ۱۱۹۹ء میں پائی ، ایک دیوان بھی یادگار ہے ۔

وہ صاحبِ تحفۃ العراقین + اربابِ نظر کا قرۃ العین (ضرب کلیم)

"صاحبِ تحفۃ العراقین" | مراد خاقانی ، ایران کا مشہور قصیدہ نگار خاقانی منوچہر بادشاہِ شروان کے عہد میں گذرا ہے ، اس کو سلطان الشعرا کا خطاب ملا تھا ، اس کا نام افضل الدین ابراہیم بن علی شروانی تھا ، شروان کا رہنے والا ابوالعلا گنجوی کا شاگرد تھا ، اسی نے اس کو خاقانی کا تخلص عطا کیا تھا۔ تحفۃ العراقین کا مصنف ہے جس میں عراق عجم اور عراق عرب کا حال نظم کیا گیا ہے ، ایک ضخیم مجموعۂ قصائد اور ایک دیوان غزلیات اور مثنوی تحفۃ العراقین اس سے یادگار ہیں ، بمقام تبریز ۱۱۸۶ء میں وفات پائی ۔ اس کے قصائد رفعتِ خیال اور مشکل پسندی کے لحاظ سے بہت مشہور ہیں ، نعتِ رسولؐ سے اس کو خاص شغف تھا اسی لئے حسان العجم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

اقبال نے منوچہری کے ایک شعر کو ارمغانِ حجاز کے ایک قطعہ میں نظم کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے ۔

"الا یا خیمگی خیمہ فرو ہل کہ پیش آہنگ بیروں شد ز منزل"
خرد از راندنِ محمل فرو ماند زمامِ خویش دادم در کفِ دل (ارمغانِ حجاز)

"منوچہری" | منوچہری غزنوی دور کا شاعر ہے اور تمام تذکرہ نگاروں نے اس کی قصیدہ نگاری کو سراہا ہے

اس کے کلام کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علوم متداولہ اور عربی ادب میں دستگاہِ کامل رکھتا تھا۔
اس کی کنیت ابوالنجم، نام احمد اور تخلص منوچہری تھا، وہ امیر منوچہر کے دربار سے تعلق رکھتا تھا اس لئے منوچہری تخلص اختیار کیا، بعد کو غزنوی دربار کا متوسل ہوا۔ آخر ۴۳۲ھ (۱۰۴۰ء) میں وفات پائی، اس کے قصائد میں عربی معاشرت کی مرقع کشی ملتی ہے اور وہ قصیدہ نگاروں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

موجِ خونِ سرمدؔ و تبریزی و منصور سے ؛ کس قدر رنگیں ہے یارب داستانِ اہلِ درد (باقیاتِ اقبال)

"سرمد" | سرمد آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے، مذہباً یہودی یا عیسائی مگر نوجوانی ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔ ان کا خاندانی نام معلوم نہیں نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد کیا نام رکھا گیا۔ وہ اپنے تخلص سرمدی سے مشہور ہیں اور یہی نام قدیم تذکروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ علم و فضل میں درجۂ کمال رکھتے تھے، عربی زبان میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ ابتدائی پیشہ تجارت تھا، اسی سلسلے میں شاہ جہاں کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے، شہر ٹھٹھہ (سندھ) میں بھی گذر ہوا، یہاں ایک ہندو لڑکے پر عاشق ہوگئے یہ عشقِ مجازی حقیقت کا زینہ ثابت ہوا، عقل و حواس جاتے رہے، جذب و جنوں طاری ہوگیا، سندھ کے ریگ زاروں میں بلالحاظ سرد و گرم عریاں پھرتے رہے، آخر میں شاہجہاں آباد پہنچے، شہزادہ داراشکوہ سے ملاقات ہوئی وہ ان کا معتقد ہوگیا، جب عالمگیر مالک تخت و تاج ہوا تو برہنگی کی خبریں اُس کے کان تک پہنچائی گئیں، بادشاہ نے قاضی القضاۃ کو سرمد کے پاس برہنگی کی وجہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا۔ جواب ملا۔

ع دزدے عجیبے برہنہ کرد ست مرا۔

بادشاہ نے یہ سُن کر سرمد کو مجمع عام میں بلایا اور ان سے لباس پہننے کیلئے کہا گیا لیکن کچھ التفات نہ کیا۔ اس پر عالمگیر نے علماء سے کہا کہ محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہوسکتی، ان سے کلمۂ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا جائے چنانچہ کلمہ پڑھوایا گیا لیکن انھوں نے لاالٰہ تک ہی پڑھا اور فرمایا کہ میں ابھی نفی میں مستغرق ہوں درجۂ اثبات تک نہیں پہنچا، اس پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا، یہ واقعہ ۱۶۶۰ء کا ہے اور جامع مسجد دہلی کے قریب گذرا ہے۔

درس گیر از گرامیِ ہمہ درد ؛ کہ برید از خود و باد پیوست (باقیاتِ اقبال)

"گرامی" شیخ غلام قادر گرامی جالندھر کے ایک قصبے میں ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے، وہ ایک متمول خاندان کے فرد تھے۔ انھوں نے تعلیم کی ابتدا جالندھر ہی میں کی، بعدازاں وہ لاہور چلے آئے جہاں منشی فاضل امتیاز کے ساتھ پاس کیا، شعروشاعری کا ذوق بچپن ہی سے تھا، گرامی نے اسکول کی ماسٹری بھی کی اور پولیس کی ملازمت بھی، رام پور بھی گئے اور حیدرآباد بھی، وہ حیدرآباد دکن میں کوئی ۳۵ برس رہے۔ حیدرآباد کے قیام ہی میں گرامی دربار دکن کے شاعر خاص رہے۔ ۱۹۱۵ء میں دکن کو خیرباد کہہ کر ہوشیارپور چلے آئے اور وہیں ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء کو انتقال کیا۔ گرامی کے کلام میں مغلیہ شعراء کا رنگ جھلکتا ہے۔ زبان میں پختگی اور شائستگی ہے اور بعض جگہ نہایت نفیس خیالات بڑے دلاویز طریقے سے نظم کئے ہیں۔

کتابیات

۱۔ شبلی۔ سوانخ مولوی روم
۲۔ آقای دکتر رضازادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران
۳۔ شبلی۔ شعرالعجم
۴۔ شبلی۔ بیان خسرو۔
۵۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ بزم صوفیہ
۶۔ آزاد بلگرامی۔ سرو آزاد۔
۷۔ شیخ محمد اکرام۔ ارمغان پاک
۸۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ بزم تیموریہ
۹۔ آذر اصفہانی۔ آتشکدۂ آذر
۱۰۔ سید محمد صدیق حسن۔ شمع انجمن۔
۱۱۔ محمد حسین آزاد۔ دربار اکبری
۱۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲، ۳
۱۳۔ محمد یوسف علی۔ روز روشن۔
۱۴۔ رضا قلی ہدایت۔ مجمع الفصحا۔
۱۵۔ حالی۔ حیاتِ سعدی۔ ۱۶۔ خواجہ عباداللہ اختر۔ بیدل ۱۷۔ نظامی بدایونی۔ قاموس المشاہیر ج۱

18. E.G. Browne - A Litesary History of Persia
19. Professor Mohammad Habib - Hazrat Amir Khusrau of Delhi
20. G.M.D. Sufi - Kashir - Reing. the cultural History of Kashmir as influeveed by Islam
21. F Lederer - The Secret Rose Garden
22. Encyclopaedia of Religion and Ethics Vol II
23. E.G. Browne - Materials for the study of the Babi Religion